خصوصی تحریر: قاضی فضل اللہ حقانی*

بروفات شیخ الحدیثؒ ۷ ستمبر کی مناسبت سے

# حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ

## علم وعمل کا پیکر، تواضع وانکساری کا مرقع

ہندوستان کے حوالے سے جب کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تو فوراً ذہن میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی طرف چلا جاتا ہے اور پاکستان میں جہاں بھی حضرت شیخ الحدیث کا ذکر ہوتا تو ذہن کو متبادر ہوتا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ۔نام سے زیادہ اگر لقب پہچان ہو اور لقب بھی صفتی ہو تو اس سے پتہ لگتا ہے کہ متعلقہ میدان یا صفت کے حوالے سے اس کے حامل کا کیا مقام ہے یعنی حدیث اور شیخ الحدیث ہی پہچان بن گیا کیا سعادت اور خوش بختی ہے۔

گویا ان کا یہ وصف غالبہ علمیت پر غالب آچکا تھا یعنی اگر آپ نام لیتے مولانا عبدالحق صاحبؒ کا یا مولانا زکریا صاحبؒ کا تو کسی کے لئے پوچھنے کا مجال ہوا کرتا تھا کہ کون سے مولانا عبدالحق یا کون سے مولانا زکریا؟ لیکن اگر آپ ہندوستان میں حضرت شیخ الحدیث کا ذکر کرتے تو ہر کسی کے ذہن میں آجاتا کہ مولانا زکریا صاحبؒ مراد ہیں اور اگر آپ پاکستان میں حضرت شیخ الحدیث کا ذکر کرتے تو وہاں بھی یہی معلوم ہوتا کہ مولانا عبدالحق صاحبؒ مراد ہیں۔اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنی نام کی شہرت نہیں چاہی تھی بلکہ اپنے آپ کو درس حدیث کے لئے ایسے وقف کر چکے تھے کہ وہ ان کی شناخت اور شہرت بن گئی۔

**حدیث مبارکہ اور اس کے اثرات:** رسول پاکؐ کا فرمان"نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها واداها لمن لم يسمعها او كما سمعها" اللہ خوش وخرم رکھے اس شخص کو کہ جس نے میرا مقال (فرمان) سنا اس کو محفوظ کیا اور اس کو ادا کیا (یعنی پہنچایا) اس کو جس نے یہ نہیں سنا تھا (یا اس کا ادا کیا) جیسا کہ اسے سنا تھا۔

حدیث ہذا میں دو باتیں ہوئیں محفوظ کرنے کے بعد ایک اس کا آگے پہنچانا اور دوسرا اس طرح ہی پہنچانا جیسا کہ اس نے محفوظ کیا یعنی اس کے الفاظ ومعانی کے حوالے سے اسی شخص نے نہ تو قصداً کوئی تحریف

---

* دار العلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند، عالم، مصنف، محقق عرصہ سے امریکہ کے اسلامی مراکز میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں، ظلمت کدہ مغرب میں قندیل حقانیہ کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

کیااورنہ ہی اس کے ادا کرنے میں لااُبالی پن کا مظاہرہ کیا یعنی پورے حزم اوراحتیاط کوملحوظ رکھا۔اوران حضرات نے ایسا کیا تھا کہ نہیں توان شخصیات پرنبوی دعا کااثر دیکھا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کوزندگی میں وہ مقبولیت ملی کہ آپ کی کتاب فضائل اعمال آپ کی زندگی ہی میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب تھی حالانکہ مشاہدہ یہ ہے کہ زندہ لوگوں کی تصنیف کو بہت کم ہی توجہ دی جاتی ہے کہ وہاں پر معاصرت کا عنصر کارفرما ہوتا ہے منافرت میں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کووہ مقبولیت ملی کہ آپ کی زندگی میں آپ کا مدرسہ دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا دیوبند بنااور یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے خود یہی فرمایا یعنی اس کے دیوبند ہونے کی تصدیق دیوبند ہی نے کی۔"وشھد شاھد من اھلھا"

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے تلامیذ اورخوشہ چینوں میں جس شخصیت کوشیخ الحدیث کے لقب سے پہچانا جانے لگا وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تھے اور یہ کہ آپ کو ہر مکتب فکراہل حدیث، بریلوی اوراہل تشیع میں حتی کہ سیکولر طبقے میں بھی احترام سے دیکھا گیا۔اور عامۃ الناس تو آپ کے ایک جھلک دیکھنے سے ہی گرویدہ ہوجاتے۔

**عوامی مقبولیت اورانتخابات میں کامیابی :** اور یہی وجہ ہے کہ 1970ء میں جب پہلے عام انتخابات ہوئے تو آپ کے مقابلہ میں اس وقت کے صوبہ سرحد کے وسطی علاقوں پشاور، مردان، چارسدہ، نوشہرہ اورصوابی میں نیشنل عوامی پارٹی کا بہت زور تھا اوران کے مرکزی لیڈر مشہور قوم پرست اور پشتو زبان کے شاعر اجمل خٹک آپ سے کافی مارجن کے ساتھ شکست کھا گئے حالانکہ آپ خودتو بہت ہی کم کہیں انتخابی جلسوں میں گئے اور جاتے بھی تو اپنے مزاج کے مطابق دینی اصلاحی بیان فرماتے زیادہ تر طلبہ اور علماء ہی نے آپ کی انتخابی مہم چلائی۔

ہم خودتو اس وقت دوسرے جگہ حصول علم میں لگے تھے لیکن جوانی تھی توبڑے جوش اور جذبے سے اگرایک جانب حضرت شیخ القرآن مولانا عبدالہادی رحمہ اللہ کے انتخابی مہم میں سرگرم تھے تو ساتھ ساتھ مولانا حمداللہ صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب کے حلقوں میں بھی جاکرمہم چلاتے۔ایک تو اس لئے کہ پہلا الیکشن تھا دوسرا یہ کہ یہ علماء اپنے علم وتقویٰ کے حوالے سے معروف ومشہور تھے تیسرا یہ کہ اس وقت تو یہ معلوم نہیں تھا کہ پارلیمنٹ میں اکثریت پربات ہوتی ہے۔ہم ایک جانب تو یہ سمجھ رہے تھے کہ پورے پاکستان سے علماء کی اکثریت ہی کامیاب ہوگی اور اگرنہ بھی ہو تو یہ لوگ گئے اور اسلام آہی گیا اور یہ بھی نہ ہوتو ان حضرات کا اسمبلی میں وجود ہی غنیمت ہے جو بعد میں ثابت بھی ہوا۔

**اسلامی آئین کی تشکیل میں علماء کا کردار:** جب آئین تشکیل پا رہا تھا ان علماء اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آئین میں اُساسی دفعات اسلام کے حوالے سے ڈال کر پٹڑی بچھائی۔ان حضرات میں حضرت مفتی محمود صاحبؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ،مولانا شاہ احمد نورانیؒ، پروفیسر غفور احمدؒ اور کچھ دیگر حضرات کے مساعی شامل تھے اور یہ جو ناسمجھ یا ملحد قسم کے لوگوں کی طرف سے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ مولوی تو نماز پڑھنے پڑھانے میں متفق نہیں ہوتے تو اسلامی نظام میں کس طرح متفق ہوسکیں گے یہ پروپیگنڈا خالی الذہن لوگوں کے اذہان تو پراگندہ کردیتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اس لئے کہ مختلف مکاتب فکر کے اکتیس علماء کئی دنوں کے بحث وتمحیص کے بعد بائیس نکات مرتب کر چکے تھے جو اسلام پر اتفاق کا ایک متفقہ چارٹر ہے۔

پھر یہ آئین میں اسلام کے حوالے سے اُساسی دفعات کا شامل کرنا اور وہ بھی بالاتفاق اس کا ایک دوسرا مظہر ہے پھر آئین ہی میں قانون سازی کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل جیسے آئینی ادارہ کی تشکیل جو اگرچہ سفارشات مرتب کرتا ہے کہ وہ ایک آئینی ادارہ تو ہے لیکن آئین ساز تو نہیں نہ قانون سازی کی ان کی ذمہ داری پارلیمینٹ جیسی ہے اگرچہ آئین نے ایک محدود مدت مقرر کی تھی کہ اتنی مدت میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں ملک کے سارے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈالنا لازمی ہے لیکن اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے ایک سازش کے تحت ایک فوجی جنرل کو آمسلط کروایا گیا،آئین معطل ہوگیا اور اس کے تعطل سے وہ محدود مدت کا تصور منقطع ہوگیا۔

**اسلامی آئین کو غیر موثر کرنے کے حربے:** اب ستم ظریفوں کا استدلال الفاظ کے جھمبلیوں میں پڑھ کر یوں ہوا بلکہ کرایا گیا کہ وہ مدت تو ختم ہوئی اور قانون سازی نہ ہوسکی تو وہ اپنی اہمیت کھو گیا ہے اور اسی جنرل صاحب نے مختلف حیلوں بہانوں سے آئین کے اس تصور پر زور دینے کو بے اثر بنانے کیلئے ہر وقت اسلام، اسلامی نظام اور کچھ جزوی قوانین کو مارشل لاء کے تحت بنانے اور لکھوانے کا عمل جاری رکھا کہ عامۃ الناس تو کیا بہت سارے تعلیم یافتہ حضرات بھی ان باریکیوں کو تو نہیں جانتے کہ اس کا مقصد کیا ہے جبکہ حدود تو قانون میں لکھے گئے لیکن آج تک تو میرے نوٹس میں نہیں آیا کہ کسی ایک حد کا بھی اجراء ہو چکا ہو اس انداز سے کہ جسے شرعی اور اسلامی کہا جائے۔بہر تقدیر خوئے بدرا بہانہ بسیار کے مصداق جن باطن میں نظام اسلام کے حوالے سے خبث ہے وہ تو پروپیگنڈے سے باز نہیں آئیں گے۔

**مسلمان کی تعریف اور شیخ الحدیث کا کردار:** ان حضرات علماء نے جب صدر مملکت کے لئے مثلاً مسلمان ہونے کی شرط رکھی تو حکومت کے ذمہ داروں نے ان سے کہا لیکن مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ وہ سمجھتے

تھے کہ مختلف مسالک کے حامل لوگ ایک تعریف پر کبھی بھی متفق نہ ہوسکیں گے اور یوں اس مسئلے سے جان چھوٹے گی لیکن ان علماء نے ایک متفقہ تعریف وضع کیا اور اس تعریف کی تدوین بھی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے کی ہے۔

پھر جب قادیانیت کا مسئلہ آپیش ہوا اور مرزا قادیانی کے پوتے مرزا ناصر کو اسمبلی میں بلایا گیا جو چودہ دن تک اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے پر لگا رہا اور وہ تو پورے اسلامی وضع قطع پگڑی داڑھی تسبیح اور خوب بن سنور کے آتا تو دین کے حوالے سے یہ سطحی لوگ ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ مولوی بھی عجیب مخلوق ہے دیکھو اس (خاکم بدہن) مسلمان بندے کو کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں یہ تو فرشتہ سا معلوم ہوتا ہے۔ایک ممبر نے بیٹھے بیٹھے ساتھی سے یہ بات کہی اور وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ تو سطحی چیز کو جانتے ہیں دین کو تو نہیں جانتے کہ دین ظاہر کا نہیں اُساسی عقیدے کا نام ہے جس کے پھر تقاضے ہیں زندگی کے سارے میدانوں مین اس کی عملیت ہے تو قریب دوسرے بندے کو یہ پتہ تھا کہ یہ ممبر صاحب باوجود سطحی مسلمان ہونے کے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بہت متاثر ہیں اس نے فوراً حضرت کو اشارہ کیا کہ یہ تو آپ فرشتہ سمجھتے ہیں لیکن شیخ الحدیث صاحب کے متعلق کیا خیال ہے؟ تو فرمایا وہ تو اس حوالے سے جبرئیل امین ہے تو فوراً اس دوسرے ممبر نے کہا تو پھر سنو یہ جبرئیل امین کہتا ہے کہ یہ آدمی فرشتہ نہیں کافر اور غیر مسلم ہے تو فوراً اس پہلے والے نے کہا کہ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب کہتے ہیں تو پھر یہ صحیح ہے۔یعنی حضرت کا کردار اور شخصیت اپنے تواضع ومتانت اور وقار کی وجہ سے ہر کسی کے ہاں مسلم تھے۔

**مولانا ہزاروی کا دارالعلوم میں خطاب:** مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ نے ایک بار دارالعلوم کی مسجد میں ایک انجمن کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کسی کے تواضع میں شبہ ہوسکتا ہے کہ تصنع ہے سوائے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے کہ یہ اس کی فطرت ہے اور فرمایا اخلاق کے حوالے سے کبھی اس نے کسی کا دل نہیں دکھایا نہ دکھانا چاہتا ہے اور چونکہ آپ تو مزاح بہت کرتے تھے تو فرمایا کہ حضرت تو شیطان کا بھی دل نہیں دکھانا چاہتا وہ تو اس کے حسن اعمال اور پابندی شریعت سے خود دکھتا ہے ورنہ حضرت کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہوتا آپ تشریف فرما تھے ہنس رہے تھے۔

**تحریک ختم نبوت اور مولانا سمیع الحق:** بہر تقدیر مرزا ناصر کا جواب اسکے دادا کی کتابوں سے رات بھر مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا تقی عثمانی صاحب ،مجلس تحفظ ختم نبوت کے دیگر علماء کے ساتھ مل کر مرتب کرتے رہے اور اس نے جب بحث ختم کی تو مفتی محمود صاحبؒ اور مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اس کو مبہوت کر دیا حتی کہ وہ سطحی مسلمان بھی پکار اٹھے تو اچھا یہ لوگ ہمیں کافر اور خنزیر، ذریۃ البغایا اور ہمارے

خواتین کو کتیاں کہتے ہیں یہ خود کافر ہیں۔ اب اس مسئلے کو ایک بار پھر اتفاقی بنانے کے لئے متعلقہ قرارداد پیش کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کا انتخاب کیا گیا۔یاد رہے کہ وزیر اعظم کے انتخاب کے وقت بھی حزب اختلاف جن میں ساری مذہبی جماعتیں شامل تھیں انہوں نے مولانا نورانی صاحب ہی کو اپنا امیدوار بنایا تھا اور ایک بار پھر جب ملی یکجہتی کونسل بن گیا تو مولانا نورانی صاحب کو صدر بنایا گیا اور پھر متحدہ مجلس عمل کے بھی وہی صدر رہے جو سارے مسالک کی سیاسی دینی جماعتوں کا ایک اتحاد تھا۔اسی اتحاد نے ہی مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو وزیر اعظم کے انتخاب کے لئے نامزد کیا اور پھر وہ قائد حزب اختلاف بنے۔ اس سے قبل ستر کی اسمبلی میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ قائد حزب اختلاف رہے ایم ایم اے نے قاضی حسین احمد مرحوم کو پارلیمانی قائد بنایا تھا۔اب اس تاریخ کے حوالے سے کہاں پر یہ پروپیگنڈا صادق آتا ہے۔

**شیخ الحدیث کی اسمبلی میں مساعی:** خیر تو بات ہو رہی تھی حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ۔آپ کی اسمبلی میں مساعی تو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' کے نام سے کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے۔حضرت الشیخ روزانہ اجلاس کے لئے جاتے اور رات کو واپس آتے۔

**شیخ الحدیث اور پابندی وقت:** صبح پھر ہمیں درس ترمذی اور درس بخاری دیتے۔آپکے درس کا انداز بقول بزرگان کے حضرت مدنیؒ کا انعکاس معلوم ہوتا تھا۔آپ مسلسل دو گھنٹے لیتے۔صبح سویرے مسلم شریف کی کلاس حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا، پر ابوداؤد حضرت مفتی صاحبؒ کا ہوتا۔اب آٹھ بجے کلاس شروع ہوتی تو نو بجے تک پھر دوسری کلاس 9 سے 10 بجے تک اور بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث صاحب کا کلاس دس سے بارہ بجے تک کا تھا نظام الاوقات میں لیکن آپ دس بجے آتو جاتے لیکن دفتر جا کر آدھا گھنٹہ ضروری کاغذات پر دستخط وغیرہ کرواتے یا کچھ ہدایات دیتے ناظم صاحب اس کو مدرسہ کے متعلق تازہ ترین بتاتے اور آپ سے رائے لیتے یہ آدھا گھنٹہ آپ قصداً طلبہ کو ستاتے وضو تازہ کرتے یا اگر کوئی کمرے میں جا کر چائے وغیرہ پینا چاہے اس کیلئے دے دیتے۔اور پھر آپ 12 بجے کے بجائے 1 بجے تک پڑھاتے اور کبھی کبھار موضوع کے حوالے سے ڈیڑھ بھی بج جاتا۔آپکی آواز نقاہت کے باوجود سارے طلبہ تک علی السویہ پہنچ جاتا۔

**حضرت شیخ کی تقریر ترمذی:** میں تو آپ کی تقریر ترمذی کو کلاس ہی کے دوران عربی میں لکھتا رہا۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ایک سے زیادہ بار کہا کہ بعد میں اس پر کام کر کے چھپوا دیں گے لیکن وفاق کے امتحان سے کچھ ہفتہ دس دن پہلے کوئی وہ رجسٹر اٹھا کے لے گیا اور تا حال مجھے واپس نہیں ملا۔حضرت شیخ صاحبؒ سے کہا آپ نے ان سات آٹھ دنوں میں ہر روز درس سے پہلے کہا کہ وہ رجسٹر فضل اللہ کو واپس

کریں اگر کسی کو غلط فہمی ہے کہ کتاب کا سرقہ سرقہ نہیں اگر طالب یا عالم یہ کرے۔فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ شبہ کی وجہ سے اس پر حد سرقہ نہیں سرقہ تو ہے گناہ بھی ہے اور کبیرہ بھی ہے بلکہ یہ تو ایک متعدی گناہ ہے کہ اس سے استفادہ کر کے سرقہ کے بعد تو آپ کا استفادہ پھر امتحان بعد ازاں کامیابی اور اس کے بعد مولوی بن کے تو جو کچھ کماؤ گے اس پر سوالیہ نشان لگا رہے گا کہ اگر قبیح لذاتہ نہ بھی ہو تو قبیح لغیرہ ہوگا اور یوں اگر حرام نہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوگا۔

**درس و تدریس کا انوکھا انداز:** درس ترمذی کا آپ کا انداز بہت ہی عجیب ہوتا کہ آپ مذاہب پر سیر حاصل بحث کر کے مستدلات ذکر کر کے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب و مستدل ذکر کرنے کے بعد دیگران کے مستدلات کے جوابات دیتے اور حنفیہ کے مسلک کو ترجیح دے دیتے۔آپ امام ترمذیؒ کے وفی الباب عن فلاں وفلاں الخ کے حوالے سے صحاح اور دیگر کتابوں سے وہ احادیث نکالتے خصوصاً جو حنفیہ کے مستدل ہوتے اور امام ترمذی نے اشارہ کیا ہوتا یا امام ترمذی اگر حدیث خصوصاً اہل کوفہ کے مستدل پر کوئی نشان لگاتے کہ فلاں راوی مجہول ہے یا لیس بذاك وغیرہ تو پھر آپ رجال کے ائمہ کے اقوال ذکر فرماتے اگر امام ترمذی کسی راوی کے تفرد کا ذکر کرتے تو آپ اس کے متابعات نکالتے کہ یہ ہیں سند میں متابعات اور یہ ہیں متن سے متابعات۔

طلبہ پر شفقت کے حوالے سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں ہمارے سالانہ امتحان کے موقع پر حضرت ہال میں تشریف لائے ایک سوال آیا تھا۔نهى النبى ﷺ ان تكسر سكة المسلمين (کہ رسول پاکؐ نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کا سکہ توڑا جائے)

اب اس لفظ کے حوالے سے اور اس کے معنی کے حوالہ سے طلبہ سارے کے سارے گم سم بیٹھے تھے میں نے اٹھ کے حضرت کو سوال دکھایا۔آپ پرچہ لے کر سامنے کھڑے ہوئے کہ امتحان ہو رہا ہے جس کے لئے اولین کام سوال سمجھنا ہے اور ہاں میں موجود حضرات بھی وقتاً فوقتاً سوالات کی تفہیم کرتے رہتے ہیں۔اس سوال کی تفہیم یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا سکہ یعنی کرنسی کو توڑنے یا ان کا دبدبہ توڑنے سے منع فرمایا ہے کہ اول الذکر رزق الٰہی کی توہین ہے اور ثانی الذکر سے دین کمزور ہوتا ہے بلکہ اول الذکر سے مسلمانوں کا نظام اقتصاد برباد ہو جاتا ہے اور اقتصادی بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ممتحن صاحب نے حضرت سے کہا کہ حضرت آپ نے تو سوال کی نہیں جواب کی تفہیم کی۔آپ مسکرا کے چلے گئے۔

**انداز بیاں:** بیان کے حوالے سے بھی آپ کا بیان اگر ایک جانب عام فہم ہوتا تھا تو دوسری جانب بہت ہی جاذب اور وقیع علمی معلومات کا ذخیرہ ہوتا اور بیان بھی ایسا مرتب جیسا کہ کوئی کسی خاص موضوع

پر کچھ لکھ رہا ہو۔مولانا سمیع الحق صاحب نے ''دعوات حق'' کے نام سے اس کو مرتب کیا ہے۔

**نصراللہ خٹک کے مقابلے میں جیت:** 1977ء کے الیکشن میں آپکے مقابلے میں علاقے کے نہایت ہی مالدار شخصیت جو سرحد کے وزیر اعلیٰ بھی تھے نصر اللہ خٹک مرحوم پیپلز پارٹی کی طرف سے تھا۔اپنے اموال وحکومت ،وسائل ٹرانسپورٹ اور فورسز سب کچھ کے باوجود جب ہار گئے تو بھٹو صاحب نے اس سے پوچھ لیا یہ کیا سارے وزرائے اعلیٰ اور وزراء جیت گئے اور تم ان سب کچھ کے باوجود ایک ملّا کے مقابلے میں ہار گئے ۔ان حضرات کا دینی اپروچ تو محدود ہوتا ہے ۔راویان کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں کیا کرسکتا تھا میرے مقابلے میں ملّا نہیں پشتونوں کا پیغمبر کھڑا تھا(معاذ اللہ)اور پیغمبر کا مقابلہ حکمران تو نہیں کرسکتا۔یہ آپ کی حد درجہ مقبولیت تھی جسے خاص وعام سب مانتے تھے۔آپ اپنے مشائخ کا اتنا احترام کرتے کہ دوران درس حضرت مدنی کا کبھی نام نہ لیتے سوائے حدیث کا سند بیان کرتے اور اجازت دیتے وقت بلکہ فرماتے

''شیخ الاسلام والمسلمین شیخ العرب والعجم امام المجاہدین حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا۔''

**حضرت شیخ اور کمال کی تواضع:** جامعہ اسلامیہ میں گھمبیر ضلع دیر کے ایک بزرگ عالم دین مولانا فضل الرحیم صاحب مرحوم تھے عصر کے وقت کبھی ہم چکر لگاتے وقت اس کے پاس چلے جاتے اس نے ایک ہر مرتبہ کہا کہ دارالعلوم دیوبند اور پھر فاضل دیوبند ہونا تو ایک مقام تھا۔ہم وہاں تھے تو کہتے واپس جاکر بخاری شریف پڑھائیں گے ترمذی پڑھائیں گے وغیرہ وغیرہ جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کہتے واپس جاکر اگر اللہ نے کسی کے دل میں ڈالا اور کوئی منیۃ المصلی یا نحو میر مجھ سے پڑھنے کے لئے تیار ہوا تو کوشش کریں گے۔یہ تواضع اور اس کے ساتھ احترام اساتذہ خصوصاً حضرت مدنی کے ساتھ عقیدت کہ اس کے چپل سر پر رکھتے کہ اس طرح کچھ ہاتھ آئے یہ مولانا فضل رحیم صاحبؒ نے بتایا تھا۔

**شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا اعتماد:** حضرت مدنیؒ کو جب گرفتار کیا گیا اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے حضرت مدنیؒ نے پیغام بھجوایا کہ میری کتابیں مولانا عبدالحق صاحب پڑھائیں۔کہتے ہیں اس پر حضرت کی ہچکی بندھ گئی کہ میرے اوپر حضرت کا یہ اعتماد۔

آپکی عقیدت تو ہم نے دیکھی تھی جب مولانا اسعد مدنی جو شیخ الحدیث صاحب کے شاگرد تھے لیکن حضرت مدنی کے صاحبزادے تھے تو حضرت اسکے استقبال کیلئے برہنہ پا کھڑے تھے اور جب مولانا اسعد مدنی صاحب تشریف لائے اور دیکھا تو کہا حضرت ہمیں کس جرم کی سزا دی جارہی ہے کہ آپ برہنہ پا کھڑے ہیں۔

ایک بار ایک جگہ پر آپ کو کسی صاحب نے نے دس روپے ہدیہ دیا اس وقت کے دس روپے آج کے پانچ صد سے بھی زیادہ ہیں اور اس شخص نے کہا تھا کہ حضرت ہدیہ ہے۔واپس آکر وہ دس روپیہ ناظم

صاحب کو دئے کہ فلاں نام ہے فلاں گاؤں میں اس کے نام رسید روانہ کرے کہ دس روپیہ مدرسہ کے کھاتے میں وصول ہوئے۔

**مدرسے کے مالیات میں حزم واحتیاط:** ہمارے ایک ساتھی جو دارالعلوم میں مدتوں ناظم رہے نے مجھے بتایا کہ جب آپ بیمار تھے تو ہسپتال سے مجھے پیغام بھجوایا کہ آپ یہاں آئیں اور میرا ذاتی چیک بک اور مدرسہ کا رسید بک بھی ساتھ لائیں۔اس نے کہا میں گیا تو فرمایا کہ میرے کھاتے سے ایک لاکھ روپیہ کا چیک مدرسہ کے نام لکھ کے مجھے رسید دے دیں۔وہ ایک لاکھ تو اگر زیادہ نہیں تو آج کے تو بیس لاکھ کے برابر ہونگے فرمایا شاید خیال نہ رہا ہو اور کہیں مہمانوں کیساتھ مدرسے کی چائے پی لی ہو تو اللہ کے ہاں جواب دہی ہوگی۔

**تلامذہ پر شفقت:** اس ناظم صاحب کے گاؤں میں وہ ایک مدرسہ شروع کر رہا تھا ۱۹۸۵ء کی بات ہے حضرت بھی آئے تھے اور مجھے بھی دعوت دی۔حضرت نے بڑی اچھی تقریر کی جو تو آپ کرتے ہی تھے لیکن عالی ظرفی یہ کہ میرے متعلق کہا کہ میں تو کمزور ہوں اب اجازت لوں گا لیکن اب ''بہت بڑے عالم اور خطیب......'' اپنا بیان کریں گے میں تو پسینہ پسینہ ہو گیا۔

**حضرت شیخ کی جنازے میں شرکت:** آپکی کرامت یہ تھی کہ میں بیرون ملک سفر پر تھا اور پروگرام جیسا تھا اس سے پہلے رات بس دل نے چاہا کہ میں نے واپس جانا ہے اپنے میزبانوں سے کہا میرا ٹکٹ کل کرو ادو انہوں نے بہت کچھ کہا، میں نے کہا میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔خیر واپس آ گیا اور شام کو خبر ملی کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب انتقال کر گئے فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔آپ جب ہسپتال میں تھے میں ملنے گیا آپ کمرے میں تھے نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہوئے میں ساتھ بیٹھ کر آپکے ہاتھ پاؤں دبانے لگا بہت دعائیں دیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب جب مفتی صاحب کے رحلت کے بعد جمعیت کے ذمہ دار بنے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب جنرل ضیاء کے دور کے اسمبلی میں تھے جبکہ ہم تو مخالفانہ تحریک چلا رہے تھے تو ایک بار شیدو میں جلسہ تھا میں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے کہا کہ کیا خیال ہے اگر آج حضرۃ الشیخ سے ملنے جایا جائے۔ہم گئے گھر پر کوئی نہ تھا ہمیں بالاخانہ پر بلایا کچھ سیب سامنے رکھ دئے یہ کھاؤ پھر چائے پلائی، مولانا صاحب نے کہا ہمارے متعلق اگر کسی نے آپ کو کوئی بات بتائی تو وہ جھوٹ ہوگا ہم تو اس قسم کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔تو فرمایا کہ آپ دونوں بھی میری طرف سے یہی حسن ظن رکھو۔پھر صبح سنت اور فرض کے درمیان اول آخر درود شریف اور گیارہ بار سورۃ القریش پڑھنے کا وظیفہ دیا کہ آپ لوگ تو ایسے میدان میں ہیں سو آپ پر نہ خوف ہو نہ جوع ہو۔اللہ تعالیٰ حضرت کو درجات عالیہ سے نوازے اور آپ کے قائم کردہ ادارے کو مزید ترقیاں دے اور اسے تا قیامت قائم رکھے آمین۔ ............... قاضی فضل اللہ شمالی امریکہ